سرمایہ داری نظام میں جکڑا سماج اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے مجبور عورتوں کو غلاظت میں دھکیل دیتا ہے۔ان کے نزدیک طوائف حقیر اور نا قابلِ التفات ہے۔اسد نے ان افسانوں میں طوائفوں کی مجبور اور لاچار زندگی کی عکاسی کرنے کے علاوہ سرمایہ داروں کی طوائف پرستی اور عیاشی کو بھی واضح کیا ہے۔ انھوں نے معاشرے کی تفہیم کرتے ہوئے زندگی کے بے شمار منطقوں کی نشاندہی کی ہے جس سے ان کے تخلیقی شعور کا ارتفاع ملتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ مظہر جمیل، سید، اسد محمد خاں کا جہان فن، مشمولہ: مکالمہ، شمارہ ۱۰، ترتیب :مبین مرزا، کراچی: اکادمی بازیافت، جنوری تا جون ۲۰۰۳ء

۲۔ اسد محمد خاں، جو کہانیاں لکھیں، کراچی: اکادمی بازیافت، ۲۰۰۷ء، ص:۲۸۵

۳۔ ایضاً، ص:۲۸۹

۴۔ مبین مرزا، نئی زمین نئے آسمان تراشتا ہوں، مشمولہ: جو کہانیاں لکھیں، کراچی: اکادمی بازیافت، ۲۰۰۷ء، ص:۲۴

۵۔ اسد محمد خاں، جو کہانیاں لکھیں، ص:۲۸۵

۶۔ ایضاً، ص:۲۳۹

☆......☆......☆

اردو زبان کے فروغ میں میواتی زبان کا کردار

ہارون

Haroon

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

Lahore Garrison University, Lahore

ڈاکٹر گلشن طارق

Gulshan Tariq

Dean of Languages,

Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract

The Origin and development of Urdu has been a source of dispute among the historians and researchers of Urdu language. But all of them agree that it is based on the dialects which were spoken around Delhi. Some attribute it to the Punjabi, others Khari boli, Birj Basha or Purbi. Mewati is also one of the dialects which were spoken in the areas of the West North and South of Delhi. Its contribution and influence on the origin and development of Urdu language has largely remained neglected. In this Para an effort has been made to trace the influence of Mewati language on Urdu.

انسان کو معاشرتی حیوان کہا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ معاشرے میں مل جل کر رہنا پسند کرتا ہے۔ اس کی تہذیبی اور تمدنی ترقی کا دارومدار مل جل کر رہنے میں ہے۔ مل جل کر رہنے کے لئے ضروری ہے کہ معاشرے کے لوگوں کا آپس میں رابطہ ہو اور یہ رابطہ زبان کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ شروع شروع میں انسان نے بے معنی آوازیں نکالیں، مگر آہستہ آہستہ ان آوازوں کو حروف کی شکل مل گئی اور پھر ان حروف سے الفاظ تشکیل پائے۔ اس طرح مختلف بولیاں وجود میں آئیں اور پھر ان سے زبانیں۔ اردو زبان کو موجودہ سطح تک پہنچانے میں جہاں اور بولیوں کا کردار ہے وہاں میواتی زبان کا کردار نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کیوں کہ یہ دہلی اور اس کے نواح میں بولی جانے والی بولیوں میں سے ایک ہے۔

اردو زبان کی ابتدا کے متعلق ایک نظریہ

پروفیسر مسعود حسین خاں اردو زبان کے نامور محقق ہیں ان کی تصنیف "مقدمہ تاریخِ زبانِ اردو" 1948 نے کافی شہرت پائی۔ اس کتاب میں پروفیسر موصوف نے اس بات کو کلی طور پر رد کر دیا کہ اردو نے پنجاب میں جنم لیا۔ ان کے خیال میں اردو کے بارے میں جاننے کے لیے نواحِ دہلی کی بولیوں

کے بارے میں جاننا بہت ضروری ہے۔ جن میں ہریانی، کھڑی بولی، برج بھاشا اور میواتی قابلِ ذکر ہیں۔
بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق بھی اردو کا پنجاب میں جنم تسلیم نہیں کرتے ، بلکہ وہ تو اردو کو مسلمانوں کی زبان کہنا بھی پسند نہیں کرتے۔ پروفیسر گیان چند نے بھی اردو کی ماں کھڑی بولی ہی کو قرار دیا ہے اور یہ وہ ہی بولی ہے جو دہلی کے نواح میں بولی جاتی تھی۔ ان میں سے اہم بولی میواتی تھی۔ پرفیسر احتشام حسین بھی اردو کا تعلق کھڑی بولی سے ہی جوڑتے ہیں۔ ان تمام ماہرینِ لسانیات کی تحقیق کے مطابق اردو زبان کھڑی بولی کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ مندرجہ بالا بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ڈاکٹر مسعود حسین خان نے اردو کی ابتدا کے متعلق جو نظریہ پیش کیا ہے وہ زیادہ مستند ہے۔ انکے استدلال کی اساس یہ ہے:

> ’’شہرِ دہلی کے جغرافیائی محلِ وقوع پر نظر ڈالیے تو معلوم ہوگا کہ یہ شہر برج بھاشا، ہریانی، کھڑی بولی اور میواتی کے سنگم پر واقع ہے۔ راجپوتوں کی دلی یا اپ بھرنش ادبیات کی ’’ڈھلی‘‘ ہریانہ کے علاقے میں تھی جس سے کھڑی بولی کی بہ نسبت میواتی زیادہ قریب تھی۔‘‘(۱)

میوات اور میواتی:

لفظ ’’میوات‘‘ کے سلسلے میں مورخین کی آرا میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں بہت سے لوگوں نے واقعی بہت کوشش کی ہے کہ اس موضوع پر کافی سنجیدہ کام ہو جائے۔ اس کے ساتھ ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے تعصب کی وجہ سے میوات کا ذکر بہر طور ٹھیک انداز سے نہیں کیا۔ ’’مرقع میوات‘‘ کے مصنف شرف الدین احمد کے مطابق تمام میوات پہاڑی خطہ ہے سنسکرت میں پہاڑ کو میوات کہتے ہیں۔ اسی لیے میوات کا نام میرات یا میراوت رکھا گیا جو دھیرے دھیرے بول چال میں میوات ہو گیا۔

> ’’کرنل ٹاڈ نے بھی میوات کا دوسرا نام میرات ہی لکھا ہے۔ میوات کا سارا علاقہ اراوَلی کے پہاڑی سلسلوں میں گھرا ہوا ہے۔ ان پہاڑوں کے اردگرد میر نام کی ایک قوم آباد ہے جس کا یہ نام پہاڑی قوم ہونے کی وجہ سے ہی ہے۔ میواڑ کا نام بھی میوات کی طرح ہی پہاڑی خطہ ہونے کی وجہ سے میرواڑ یا میواڑ رکھا گیا۔‘‘(۲)

یہاں پر ایک بات خاص طور پر نوٹ کرنے کی ہے کہ دنیا میں کئی قوموں نے بہت سے علاقوں کو اپنا نام دیا ہے نہ کہ علاقوں کی وجہ سے قوموں کا نام مشہور ہوا ہے۔ مثلاً عرب، زابلستان، پختونستان، راجپوتانہ، ماروسھان اور گجرات وغیرہ کے نام انگریز، عرب، جاٹ، پختون، راجپوت، میر، اور گوجر قوموں کی وہاں رہائش کی وجہ سے پڑے ہیں۔ میر ماضی میں میواتیوں کو ہی کہا جاتا تھا۔ میر کو ایک قوم کی

بجائے ایک پہاڑ کا نام ماننا بالکل غلط ہے۔اور میووں کا علاقہ ہونے کی وجہ سے ہی میوات کا نام میرات، میراوت اور میوات پڑا ہے۔

ڈاکٹر مہاویر پرشاد کے مطابق لفظ میوات سنسکرت زبان کے لفظ میر کنا) میو کتا، میوتا(سے نکلا ہے۔لفظ میوات کے آخر میں "ی" لگانے سے میواتی بنتا ہے۔میوات کے رہنے والے میواتی کہلاتے ہیں۔اوراس علاقے کی زبان بھی میواتی ہی ہے۔

> ''اصل میں میوا ایک قدیم آرین کھشتری قوم ہے انہی میووں کی آبادی کی وجہ سے میواڑ کا نام ''میریات'' اور میوات کا ''میروات'' تھا۔ مارواڑ کا نام بھی میووں کی وجہ سے مارواڑ ہوا۔ میواڑ، مارواڑ اور میوات راجپوتانہ کے ہی الگ الگ حصے ہیں۔ راجپوتوں کے ظہور کے بعد اس پورے خطے کو راجپوتانہ یا رجستھان کہا گیا۔مگر مارواڑ میواڑ اور میوات کے نام بھی انہی خطوں کے لیے آج تک برقرار ہیں۔''(۳)

واضح رہے کہ میوات کے باشندے میواتی کہلاتے ہیں۔علاقہ میوات کا رہنے والا ہر آدمی چاہے وہ ہندو ہو یا مسلمان میوات سے باہر میواتی کے نام سے ہی پکارا جاتا ہے۔فارسی اور اتدو کی تاریخی کتب میں بھی انہیں میواتی ہی لکھا گیا ہے۔میوات سے باہر ہندوستان کے دوسرے شہروں میں جہاں بھی میو آباد ہیں ان کی آبادیاں محلّہ میواتیاں یا میواتی کے نام سے مشہور ہیں۔تاریخ میں اس بات کا واضح ثبوت موجود ہے کہ میوات کے رہنے والے پہلے سے میواتی کہلاتے رہے ہیں۔ان کی زبان میواتی ہے جو سنسکرت قبیلہ کی ہی ایک زبان ہےاور ہندی وار دو کی ترقی میں اس زبان کا بہت بڑا حصہ ہے۔جس طرح راجستھان کا باشندہ راجستھانی ،سندھ کا سندھی، گجرات کا گجراتی، میواڑ کا میواڑی کہلاتے ہیں۔اسی طرح میوات کے رہنے والے میواتی کہلاتے ہیں۔

میوات کی حدود:

اراولی پہاڑ میوات کو آب وہوا کے لحاظ سے تین حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔یہ پہاڑ میوات کا فخر اور اس کے شاندار ماضی کا گواہ ہے۔موجودہ میوات کا رقبہ ۷۵۰۰ مربع میل ہے۔اراولی پہاڑ کو عام طور پر کالا پہاڑ کہا جاتا ہے۔تمام میواتی اس پہاڑ کو بہت ترجیح دیتے ہیں اور ادب میں بڑے فخر سے اس کا اظہار کرتے ہیں۔مثلاً: شاعر کے الفاظ میں:

''اِت دلی ات آگرو الور اور بیراٹھ

کالو پہاڑ سہاونو جا کے بیچ بسے میوات''(۴)

میواتی زبان وادب اور اردو کا تعلق:

اردو زبان کے اکثر محققین یہ کہتے ہیں کہ ''اردو' برج بھاشا، پالی اور کھڑی بولی سے مل کر بنی ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں کہ سکتے ہیں کہ ان زبانوں میں مسلمانوں نے عربی اور فارسی کے کچھ الفاظ داخل کر کے ایک نئی زبان "اردو" بنالی یعنی لشکری زبان جیسے کسی لشکر میں ہر طرح کے سپاہی ہوتے ہیں اسی طرح اس زبان میں بھی ہر طرح کے الفاظ موجود ہیں۔ اسی لیے''اردو'' کہتے ہیں۔ جو کہ ترکی زبان کا لفظ ہے اور جس کے معنی لشکر کے ہیں۔ بعض ماہرین اسے دلی کے گردونواح کی زبان کہتے ہیں۔ مگر حیرت یہ ہے کہ یہ محققین کہیں بھی کھلے اور سچے دل سے یہ اعتراف کرتے دکھائی نہیں دیتے کہ دراصل اردو کا مآخذ اور منبع میواتی زبان ہے۔

ملک میوات اپنی ابتدا ہی سے تین قدرتی خطوں میں تقسیم چلا آ رہا ہے جو برج، بھیانہ اور آ ریج کہلاتے ہیں۔ ان تینوں خطوں میں اس علاقے میں میو قوم ہی غالب اکثریت کے ساتھ آباد ہے۔ باقی دوسری قومیں اس علاقے میں بہت تھوڑی تعداد میں آباد ہیں۔

ان تینوں خطوں کی بولی بڑی نرم اور شیریں ہے۔ اس میں رہنے والے میو دوسرے علاقوں کی نسبت سلیقہ منداور سلیم الفطرت مانے جاتے ہیں۔ اردو زبان میں سے عربی اور فارسی الفاظ کو نکال دیں تو باقی بچنے والی زبان خالص برج بھاشارہ جاتی ہے۔

کھڑی اور پڑی بولی:

برج بھاشا کا مرکز پار کا علاقہ ہے۔ جب کہ کھڑی بولی بھیانہ میں بولی جاتی ہے۔ پڑی بولی آ ریج کی ہے۔ کھڑی بولی اور پڑی بولی میں دیکھیے:

کھڑی بولی کا لفظ''الف'' یا''واؤ'' پر ختم ہوتا ہے جیسے گھوڑو، چھورو، کٹورو، گنڈسو وغیرہ مگر جب ان الفاظ کو جمع کی صورت میں بولا جاتا ہے تو''واؤ'' کی بجائے''الف'' لگایا جاتا ہے۔ جیسے گھوڑا، چھورا، ھگڑا، اور گنڈ سا وغیرہ اس معمولی فرق کو سمجھنے کے لیے ہم ان الفاظ کو میواتی فقرات میں استعمال کرتے ہیں۔

واحد	جمع
ای گھوڑو کس کو ہے؟	یہ گھوڑا کس کا آں؟
بھایا چھورو تو ملوک اے۔	بھایا چھورا تو ملوک آں۔
کٹورو تو ریتو پڑو اے۔	کٹورا تو ریتا پڑا آں۔

پڑی بولی میں لفظ کا خاتمہ "اے" پر ہوتا ہے۔ مثلاً گھوڑیے، جوڑیے، گھڑیے، گنڈ یسے

وغیرہ۔ ان الفاظ کی جمع بنانے کے لیے ''ن'' کا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ یہ آرتیج کی بولی ہے۔ مثلاً گھوڑیین، جوڑیین، کپڑیین، گنڈسیین وغیرہ۔ جملوں میں ان کا استعمال کچھ یوں ہوتا ہے:

واحد	جمع
اب تو گھوڑیے باندھ دے۔	اب تو گھوڑیین باندھ دے۔
بہو چھوریے گود ھ لے لے۔	بہو چھورین نے گودھ لے لے۔
جا گنڈسیے ڈھونڈ کے لا۔	جا گنڈسیین نے ڈھونڈ کے لا۔
پنہاری گھڑیے بھرلا۔	پنہاری گھڑیین نے بھرلا۔
پھٹے کپڑیے پھینک دے۔	پھٹے کپڑین نے پھینک دے۔

قاری سمجھ گئے ہوں گے کہ کھڑی بولی اور پڑی بولی میں محض ادائیگی الفاظ کا بہت معمولی سا فرق ہے اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ بولی کا لہجہ تھوڑی تھوڑی دور بدل جاتا ہے۔ لیکن زبان ایک ہی رہتی ہے یعنی میواتی جو پورے ملک میں منفرد لہجے کے باوجود سمجھی اور بولی جاتی ہے۔ ملک میوات تین مختلف بولیوں کے خطے کا نام ہے مگر ان خطوں کے میووں کا پال وار اور گوت وار آپس کا رشتہ ناطہ ایک ہی ہے۔ اس کا اصل سبب یہی ہے کہ میواتی زبان دراصل ایک ہی ہے۔ صرف لہجے کا فرق ہے کسی آرتیج، بیانہ یا برج کے آدمی کو دوسرے کی بولی سمجھنے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی۔ اگر بیانہ کا میو آرتیج میں آیا ہے تو وہ اپنی کھڑی بولی بول رہا ہے اور اس کا عزیز اس کے مقابلے میں اپنی پڑی بولی میں بات کر رہا ہے۔ دونوں ہی اطمینان سے محوِ گفتگو ہیں نہ اسے کوئی برتری حاصل ہے نہ اسے کوئی احساسِ کمتری ہے۔ دونوں ہی سلاست اور روانی کے ساتھ اپنا مافی الضمیر بیان کر رہے ہیں اور مزے لے رہے ہیں۔ نہ سننے والے کو اس کے لہجے پر حیرت ہے نہ کوئی اعتراض اور نہ بولنے والے کو اپنے طرزِ گفتگو پر کوئی شرمندگی یا عار۔ برج کی ایک معروف میو شاعرہ سہجو ہوئی ہے اس کے تمام ڈوہے اردو لگتے ہیں حالانکہ وہ میواتی زبان ہے۔

اردو، میواتی کا اجلا اور نازک روپ:

برج کی معروف شاعرہ سہجو کی شاعری کو دیکھ کر لگتا ہے کہ

''اردو میواتی کا اجلا اور نازک روپ ہے۔''(۵)

سہجو کی شاعری کا نمونہ ملاحظہ فرمائیں:

ندی کنارے کھڑی اور پانی جھل مل ہوئے
میں میلی پیا اوجلو سہجو کس بدھ ملنو ہوئے

اس شعر کا جواب بھیک جی نے دیا:

پچ منیا ہوئے پانچ لڑ تلڑی تیں لڑی کی ہوئے
چو ایسا اے ساد لے نوں تیرو پی سو ملنو ہوئے

یہ ایک صوفیانہ کلام ہے۔ اس ضمن میں ہم چند اور ڈوہے میواتی زبان کی وضاحت، بلاغت اور معنی آفرینی کے نمونے کے طور پر درج کر رہے ہیں:

فلسفہ:

چاتر سو چاتر ملے، گیان چوگنو ہوئے
چاتر سو مورکھ ملے مونڈ پکڑ کے روئے

مزید ڈوہوں کے نمونے مندرجہ ذیل ہیں۔

سینو دھیان لگائے کے میری کرا بھات
اب کے چوں مانسان میں ندی چڑے کی جرور

بھڑ مونجا کا بھاڑ پہ بھنی بھنائی اون
چالنی اے لے گا کوکرا کائیں سو چھانا گی چوُن

میواتی زبان بولی کی زبان ہے۔ اس کا تحریری سرمایہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ ہم تک اس کا جتنا بھی ادب عالیہ یا گیت دوہے پہنچے ہیں وہ سب سینہ بہ سینہ روایات کی طرح سفر کرتے ہوئے آئے ہیں۔ یہ ایک شیریں اور من موہنی زبان ہے۔ اس میں شائستگی اور دوسروں تک اپنے جذبات پہنچانے کا اپنا سلیقہ ہے۔ ''میواتی زبان و ادب'' کے عنوان سے مرحوم حکیم عبدالشکور نے اپنی کتاب ''تاریخِ میو'' میں لکھا ہے:

> ''میووں کی زبان میواتی کہلاتی ہے۔ یہ زبان پورے میوات میں بولی جاتی ہے اور بلا لحاظ قومیت میوات کے تمام باشندے اس زبان کو بولتے ہیں۔ یہ زبان دراصل راجستھانی اور برج بھاشا کے درمیان کی زبان ہے۔ میواتی زبان میں عربی، فارسی، سنسکرت اور انگریزی کے الفاظ بکثرت ملتے ہیں۔ جن میں سے بعض جوں کے توں موجود ہیں اور بہت سے بدل گئے ہیں۔ غالباً عام خیال ہے کہ آج سے کچھ صدی پہلے دہلی کی زبان بھی میواتی یا میواتی سے ملتی جلتی تھی۔ حضرت امیر خسرو اور عبدالرحیم خانِ خاناں کی زبان کا آپ مطالعہ کریں تو وہ میواتی سے کس قدر قریب ہیں۔'' (۶)

میواتی کلام کے نمونے:

دنیا میں جے جینو ہے تو سانج سویرے کام کرو

کام سو عزت کام سو عظمت پیدا اپنو نام کرو
ہوش بھی تم میں جوش بھی تم میں کائیں کو گھبراو یار
اپنا ہاتھ دکھاو جگ لو بیٹھو مت آرام کرو
بے ہمت سو دور ہے منزل ہمت کے ہے پاوں تلے
تم بھی ہون پہنچ جاو گا جے تم نیند حرام کرو
عیش آرام میں پڑ کے بندو مقصد سو ہٹ جاوے ہے
چین کرو قربان میو جی بے چینی کو عام کرو
ڈٹ یو مت ہارون کدی بھی ہو لے بھاری چلتو رہ
وا کو تو اللہ حافظ ہے جانے پٹی او جام کرو(۷)

نگر نگر ڈولے بنجارو
دو روٹی کا چکر سارو
جا کی جیب میں دو پیسہ ہاں
ہر کائی آنکھ کو تارو
پیٹ کی دوزخ ناک کو چکر
کھوسا ہبٹی مارو مارو
مالک کائی پے کموا رو
کوئی بیٹھو بیٹھو کھا رو(۸)

قدیم اردو اور میواتی زبان میں اشتراک:

قدیم اردو اور میواتی زبان میں بہت زیادہ اشتراک ہے۔

سجن تجھ گل بدن کا آج نشیں ثانی چمن بھیتر
غلط بولا چمن کیا بلکہ جنات عدن بھیتر(۹)
بانہہ چھڑا کے جات ہو جان کرنبل موئے
ھردے میں سے جاؤ گے تو مرد بدھوں فی توئے(۱۰)

بندے سگلے ناتواں
اللہ راکھے آپ پنہاں(۱۱)

ترا لب دیکھ جیواں یاد آوے
ترا مکھ دیکھ کنعاں یاد آوے(۱۲)

گر جن میں میرء وانے ، یا وہ کری نسائی
نادان وا کی باتیں سن کے میں ات لجائی(۱۳)

تن پر دکھ سکھ دیکھن یارا اچھکر دل کے ٹھانوں
تن سو بھوک ابھو کی ہونا عینی اس کا ناتوں(۱۴)

خلاصہ بحث:

دلی کی زبان اب میواتی نہیں رہی۔ وہ اس لیے کہ دلی بھی میووں کی نہیں رہی اسی لیے میو بھی اب دلی والوں کا مذاق، ان کی کھوکھلی تہذیب کا تمسخران کو غیر سمجھ کر ہی اڑاتے ہیں۔

''دلی کو دِل والی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔منہ چیکنو پیٹ خالی۔''

لیکن میوات کے علاقے میں آج بھی میواتی بولی جارہی ہے۔اسی زبان نے ترقی کی اور ہماری اردو کی شکل میں آج ہمارے سامنے ہے۔اور دنیا کی جدید زبانوں میں اپنا شمار کروا رہی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، اردو زبان کی مختصر ترین تاریخ، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰۸ء، ص:۹۱

۲۔ عظیم اللہ خاں میو، سردار، میو راجپوت، لاہور: فکشن ہاوس، ۲۰۱۰ء، ص:۲۸

۳۔ ایضاً، ص:۲۹

۴۔ ایضاً، ص:۳۲

۵۔ قیس محمد، چودھری، تمدن میوات، لاہور: فکشن ہاوس، ۲۰۱۲ء، ص:۵۰۷

۶۔ ایضاً، ص:۵۱۴

۷۔ محمد ہارون، ڈاکٹر، پابندِ وفا، وہاڑی: منہاج پرنٹنگ پروسیس، ۲۰۰۶ء، ص:۱۰۰

۸۔ ایضاً، ص:۱۰۳

۹۔ ولی دکنی، کلیات ولی، مرتبہ: نورالحسن ہاشمی، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء، ص:۱۳۹

۱۰۔ مسعود حسین خاں، ڈاکٹر، مقدمہ تاریخِ زبانِ اردو، لاہور: اردو مرکز، طبع اول، ۱۹۶۶ء

۱۱۔ عبدالحق، مولوی، ڈاکٹر، قدیم اردو، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۶۱ء، ص:۲۹

۱۲۔ محمد زکریا، خواجہ، مختصر تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۲۰۱۶ء، ص:۹۲